حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کی قبولیت اور طوفان نوح کا زبردست نشان، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بنائی گئی کشتی نوح آج نجات کی واحد راہ ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ / جون ۱۹۹۱ء بمقام ایسٹرن مشی گن یونیورسٹی ڈیٹرائیٹ، امریکہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

آج جمعہ کا دن ہے اور میں یہ خطبہ ڈیٹرائیٹ سے دے رہا ہوں۔ جہاں اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کثیر تعداد میں امریکہ کی جماعتیں اپنے سالانہ کنونشن میں یعنی جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے تشریف لائی ہوئی ہیں۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے قرآن کریم میں مندرج ان دعاؤں کا ذکر چل رہا ہے جو خدا تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے خدا تعالیٰ کے حضور عرض کرتے رہے اور ان سے انعام پاتے رہے لیکن اس ذکر کو دوبارہ چھیڑنے سے پہلے میں مختصراً آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جمعہ کے دن کا جماعت احمدیہ کے ساتھ بھی ایک بہت گہرا اور دائمی رشتہ ہے اور اس رشتے کا ذکر سورۃ جمعہ میں فرمایا گیا ہے۔ جمعہ کا دن جمع ہونے کا دن ہے اور اسی پہلو سے عربی میں اس دن کو جمعہ قرار دیا گیا لیکن قرآن کریم میں سورۃ جمعہ میں یہ مضمون بیان فرمایا گیا ہے کہ ایسا وقت بھی آئے گا کہ جب آئندہ آنے والے لوگ پہلے آنے والے لوگوں کے ساتھ جمع کر دیئے جائیں گے وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الجمعہ:۴) بعد میں آنے والے ایسے بھی ہیں جو

حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والوں اور آپ کی غلامی کرنے والوں میں بعد میں آنے کے باوجود اس طرح شامل کر دیئے جائیں گے کہ گویا وہ انہی میں سے ہیں۔ پس اس پہلو سے جماعت احمدیہ کا جمعہ کے دن سے ایک گہرا اور دائمی رشتہ ہے۔

جو مضمون میں دعاؤں کا بیان کر رہا ہوں اس کا بھی اس سے ایک اور رشتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآنی دعائیں جو انعام یافتہ لوگوں نے مانگیں جماعت احمدیہ اگر ان دعاؤں میں خاص توجہ اور انہماک سے گریہ وزاری کے ساتھ خدا تعالیٰ سے فضل مانگتی رہے تو گزشتہ تمام زمانے اس زمانے میں جمع ہو جائیں گے اور وہ سارے انعام جو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ تمام زمانوں میں اپنے مختلف عاجز بندوں پر نازل فرمائے ان دعاؤں کے طفیل وہ سارے انعام اس زمانے میں جماعت احمدیہ میں جمع ہو سکتے ہیں۔ (مجھے افسوس ہے کہ ابھی لاؤڈ اسپیکر کا انتظام درست نہیں ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ میری بات آپ سب کو سمجھ آجائے گی۔)

دعاؤں کے ذکر میں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے میں آج کے مضمون کا آغاز کرتا ہوں۔ یہ دعا قرآن کریم میں سورۃ القمر میں محفوظ فرمائی گئی دعا تو اتنی ہے۔ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (القمر:۱۱) حضرت نوحؑ نے اپنے خدا کو پکارا اور عرض کیا کہ میں مغلوب ہو چکا ہوں اور میری مخالف قوم مجھ پر غالب آگئی ہے۔ پس تو میری نصرت فرما۔

اس دعا کا پس منظر یہ بیان فرمایا گیا ہے کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ (القمر:۱۰) کہ اس سے پہلے نوح کی قوم نے نوح کو جھٹلا دیا فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا اس قوم نے ہمارے بندے کو جھٹلا دیا۔ اس طرز بیان میں بہت ہی پیار کا اظہار ہے اور حضرت نوحؑ سے غیر معمولی اپنائیت کا اظہار ہے یہ نہیں فرمایا کہ نوح کو جھٹلا دیا بلکہ فرمایا فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلا دیا۔ وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ اور کہا یہ تو پاگل ہے اسے جنون کے دورے پڑتے ہیں۔ وازدجر اور ہمارے خداؤں کی طرف سے پھٹکارا گیا ہے۔ ہمارے خداؤں نے اس پر پھٹکار ڈالی ہے چنانچہ حضرت نوح نے اس موقعہ پر یہ عرض کیا اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ اے میرے خدا میں مغلوب ہو گیا۔ پس تو میری نصرت فرما۔

اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ

(القمر:۱۲) ہم نے اس کے جواب میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جن سے مسلسل برسنے والا پانی نازل ہوا۔ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا (القمر:۱۳) اور ہم نے زمین سے بھی چشمے پھوڑ دیئے۔ فَالْتَقَى الْمَآءُ پس یہ دونوں پانی یعنی آسمان کا پانی اور زمین کا پانی اکٹھے ہو گئے عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ایک ایسی بات پر جس کا فیصلہ کیا جا چکا تھا وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ اور ہم نے اسے ایک ایسی چیز پر اٹھا لیا یعنی سیلاب میں ایک ایسی چیز کے ذریعہ اسے بچایا جو پھٹیوں اور میخوں سے بنائی گئی تھی تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا (القمر:۱۵) وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی۔ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ یہ جزا ہے اس شخص کی جس کا انکار کیا گیا ہے۔

اس دعا کا جماعت احمدیہ کے ساتھ خصوصیت سے اس لئے رشتہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے بھی نوح کے زمانے کی باتیں کی گئیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً ایک سے زائد مرتبہ فرمایا کہ تجھ پر بھی نوح جیسا زمانہ آئے گا اور ہم ویسے ہی تیری مدد فرمائیں گے چنانچہ انہی الہامات کی روشنی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کشتی نوح لکھی ایک زمانہ ایسا تھا کہ جب کوئی احمدی بچہ ایسا نہیں مل سکتا تھا جس نے کشتی نوح کا مطالعہ نہ کیا ہو لیکن آج میں سمجھتا ہوں کہ ہماری بہت سی نسلیں ایسی ہیں بہت سے ممالک میں احمدی نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے شاید نام تو سن رکھا ہو لیکن انہیں اس اہم کتاب کے مطالعہ کی توفیق نہ ملی ہو۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ یہ کشتی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کی گئی ہے یہ پھٹوں اور میخوں سے نہیں بنائی گئی ہے بلکہ ایک تعلیم سے بنائی گئی ہے۔

پس آج کے زمانہ میں جو ہلاکتوں کا زمانہ ہے اور طرح طرح کے عذاب امڈ آنے پر تیار بیٹھے ہیں اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ کشتی نوح کے مضمون سے خوب اچھی طرح واقف ہو اور معلوم کرے کہ کس کشتی کے سہارے اس نے بچنا ہے ورنہ جو بھی اس کشتی میں سوار نہیں ہوگا اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں کی جا سکتی۔

دو قسم کی ہلاکتیں انسان کو درپیش ہیں ایک روحانی ہلاکت اور ایک مادی ہلاکت اور جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے اس زمانہ میں یہ مضمون لفظاً لفظاً ظاہری طور پر نہیں دہرایا جائے گا لیکن معنوی طور پر دہرایا جائے گا۔ پس آسمان سے بارش کا برسنا اور زمین کا پانی اگلنا یہ دو معنی اس طرح آج کے زمانے پر

اطلاق پاتے ہیں کہ روحانی ہلاکت ہے جو آسمان سے انسان کو کاٹ رہی ہے اور دنیاوی ہلاکت ہے جو طرح طرح کے عذابوں کے ذریعے جو دنیا کی بدکاریوں کے نتیجے میں نازل ہورہے ہیں انسان کے جسمانی خاتمہ کا بھی سامان پیدا کیا جارہا ہے۔ پس دونوں طرح کی ہلاکتیں دنیا کو درپیش ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تعلیم کشتی نوح میں دی ہے اگرچہ اس پر سو فیصد عمل کرنا بہت مشکل کام ہے اور شاذ ہی کوئی ایسا شخص ہو جو یہ کہہ سکے کہ میں نے اس ساری تعلیم کو اچھی طرح سمجھ لیا اور میں کامل یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں اس پر عمل پیرا ہوں لیکن اس تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرنا ہی درحقیقت نجات کا موجب ہے۔ بعض احمدی مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم جب کشتی نوح کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو اس کشتی میں نہیں پاتے ہم کیا کریں؟ ہمیں تو اس کتاب کے مطالعہ سے خوف آتا ہے کیونکہ بعض ایسی ایسی باریک باتیں ہیں اس میں بیان فرمائی گئی ہیں کہ اگر تم ایسا کرو گے تب بھی میری جماعت میں سے نہیں۔ اگر تم ویسا کرو گے تب بھی میری جماعت میں سے نہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں امن کے پیغام کے بجائے ہمارے دل سے ایک خوف کی آواز اٹھتی ہے اور ہمیں ڈراتی ہے کہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو اس کشتی میں سوار ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ ایسے خیالات صرف ایک دو کے دل میں پیدا نہیں ہوتے بلکہ ہر وہ شخص جو ضمیر کی آواز پر کان دھرتا ہے اس کے دل میں ایسے ہی خیالات پیدا ہوں گے۔ میں اپنے تجربے سے بھی اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ کتاب پڑھتے ہوئے بعض دفعہ انسان کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ ابھی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کا اہل نہیں ہوا لیکن دوسری طرف ایک اور پہلو بھی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنا خدا کی رضا کے بغیر ممکن نہیں ہے اور دعا ہی سے سہارا ملتا ہے اور جو شخص دعا کے ذریعہ کشتی نوح میں داخل ہونے کی التجا کرتا رہے اس کا ہر قدم اس امن کی کشتی کی طرف اٹھتا رہے گا اور اس دوران جس قدم پر بھی اس کو موت آئے وہ امن کی حالت میں مرے گا۔

یہ وہ مضمون ہے جس کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے خوب اچھی طرح کھول کر بیان فرما دیا ہے۔ ایک تمثیل میں آپؐ نے یہ بیان فرمایا کہ ایک شخص جس نے بہت گناہ کئے تھے اتنے گناہ کئے تھے اتنے گناہ کئے تھے کہ کوئی دنیا کا ایسا گناہ تصور میں نہیں آسکتا تھا جو اس سے

سرزد نہ ہوا ہو۔ وہ مختلف بزرگوں اور مختلف علماء کے دربار میں حاضر ہوتا رہا اور ان کے سامنے اپنی حالت زار بیان کر کے یہ کہتا رہا کہ اب میرا دل چاہتا ہے کہ میں توبہ کرلوں کیا میرے لئے بھی کوئی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ ہر عالم، ہر ظاہری بزرگ نے اس کو یہی جواب دیا کہ تمہارے لئے توبہ کا کوئی دروازہ نہیں کھلا تم نے اپنے اوپر توبہ کا ہر دروازہ بند کرلیا ہے اس لئے تمہاری بخشش کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ لیکن بالآخر اس کو کسی ایک بزرگ نے یہ مشورہ دیا کہ تم فلاں شہر کی طرف چلے جاؤ وہ نیک لوگوں کا شہر ہے۔ صالحین کا شہر ہے اس شہر میں جا بسو اور بدشہروں کو چھوڑ دو تو ممکن ہے تمہاری نجات کا کوئی سامان ہو۔ اس نیت کے ساتھ وہ اس شہر کی طرف چل پڑا لیکن راستے میں بیماری نے آلیا اور ایسی حالت ہوگئی کہ اس کے لئے چلنا ناممکن ہوگیا۔ چنانچہ اس حالت میں وہ لیٹے ہوئے کہنیوں کے بل گھسٹتا ہوا اس شہر کی طرف آگے بڑھنے لگا اور اسی حالت میں اس کو موت آگئی۔ ایسے وقت میں خدا تعالیٰ کے فرشتے خدا کے حضور حاضر ہوئے اور اس شخص کا ذکر کرتے ہوئے پوچھا کہ ہم اسے کن لوگوں میں شمار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ یہ بندہ توبہ کی نیت کر چکا تھا اور توبہ کا ایسا سماں تھا کہ جب اس کے بدن نے جواب دے دیا اور کوئی طاقت باقی نہ رہی تب بھی آخر دم تک گھسٹتے ہوئے نیکوں کے شہر کی طرف حرکت کرتا رہا۔ پس اس کے ساتھ یہ معاملہ کرو۔ فاصلہ ناپو اگر نیکوں کی شہر کی طرف فاصلہ کم نکلے تو اسے بخشے ہوئے لوگوں میں شمار کرو اگر بدلوگوں کے شہر کا فاسلہ کم نکلے یہ سمجھو کہ اس کی بخشش کا سامان نہیں ہوا۔ تمثیل میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ فرشتے جب فاصلے ناپنے لگے تو اللہ تعالیٰ بدشہروں کی طرف کا فاصلہ لمبا کرتا چلا گیا اور نیک شہر کی طرف زمین کو سکیڑتا رہا یہاں تک کہ آخری نتیجہ یہ نکلا کہ فرشتوں نے دیکھا کہ وہ شہر اس کے نزدیک تر ہے جس شہر میں یہ توبہ کی نیت سے جا رہا تھا۔ (حوالہ حدیث---------)

پس ہمارے خدا کا اپنے بندوں سے ایسا معاملہ ہے۔ وہ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہے اس سے مایوسی کفر اور گناہ ہے۔ پس کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہمارا قدم ہجرت میں نیکوں کی طرف ہو دراصل اس تمثیل کا تعلق حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی اس مشہور حدیث سے ہے کہ **انما الاعمال بالنیات** ہر شخص کا عمل اس کی نیتوں کے مطابق طے پائے گا اگر اس کی ہجرت خدا کی طرف ہوگی تو ایسا شخص خدا سے اجر پانے والا ہوگا اگر اس کی ہجرت کسی عورت کی طرف یا مال کی طرف یا کسی دنیاوی غرض کی

طرف ہوگی خواہ کہنے میں وہ کچھ کہتا رہے اس کو وہی اجر ملے گا جو اس کی نیت ہے۔ پس نیتوں کا بہت گہرا تعلق سچی توبہ اور آخری نجات سے ہے۔

اس پہلو سے جب آپ وہ دعائیں کریں جو حضرت نوحؑ کی دعائیں تھیں تو نوح کی کشتی میں بیٹھنے کا تصور بھی تو ساتھ پیدا ہونا چاہئے ورنہ یہ دعائیں غیر مقبول ہوں گی اور بے معنی ہو جائیں گی۔ آپ دعا تو کریں گے کہ اے خدا! نوح نے جس طرح تجھے پکارا تھا ہم تجھے پکارتے ہیں ہم بھی مغلوب ہو گئے ہیں، ہم بھی بے بس ہو چکے ہیں، ہماری قوم بھی اپنے ظلموں سے ہم پر غلبہ پا چکی ہے۔ ہماری نصرت فرما اور اس کے باوجود ہمارا قدم اس دور کے نوح کی بستی کی طرف اٹھنے والا نہ ہو یعنی نیک لوگوں کی طرف ہجرت کا نہ ہو بلکہ بدشہروں کی طرف ہجرت کا قدم ہو تو یہ دعائیں بالکل بے کار جائیں گی۔ ان کے اندر کوئی اثر اور کوئی قوت نہیں ہوگی۔

پس دعاؤں کے مضمون کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان جیسا بننے کی کوشش کریں جن کی وہ دعائیں ہیں۔ حضرت نوح علیہ الصلوۃ والسلام نے بڑی گریہ وزاری کے ساتھ پیغام پہنچانے میں حد کر دی تھی کوئی ایک معمولی سا پہلو بھی باقی نہ چھوڑا جس کے ذریعے آپ قوم تک نجات کا پیغام پہنچا سکتے تھے اور آپ نے نہ پہنچایا ہو اس کا ذکر بعد میں ایک دعا میں آئے گا۔

سر دست میں آپ کو اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ کشتی نوح کا مطالعہ کیا کریں اور آج کا نوح وہی نوح ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں اس زمانے کو عطا ہوا ہے۔ آج کے نوح کی کشتی وہ کشتی ہے جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیمات میں ملتا ہے۔ پس اس کشتی میں بیٹھنے کی کوشش کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی غفلتوں کی بخشش مانگتے رہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر ہمارا قدم اس طرف بڑھتا رہا تو خواہ ہم اس تک پہنچ سکیں یا نہ پہنچ سکیں خدا کی مغفرت ہمیں اپنی جھولی میں اٹھا لے گی اور خود اس کشتی تک پہنچا دے گی۔

قرآن کریم میں ایک اور دعا کا ذکر ہے۔ جس کا تعلق مومنوں کے باہمی تعلقات سے ہے۔ انصار کی تعریف بیان فرمائی گئی کہ وہ کیسے اچھے لوگ تھے کس طرح انہوں نے اپنے گھر مہاجرین کے لئے کھول دیئے اور اس کے بعد مومنوں کی ایک دعا یہ سکھائی گئی۔ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (الحشر:۱۱) کہ وہ لوگ جو

مہاجرین اور انصار کے بعد آئے وہ ان کے ذکر خیر سے متاثر ہونے کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وہ لوگ جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے۔ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ہمارے دل میں کسی مومن کے لئے کجی اور نفرت نہ پیدا ہونے دے۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اے ہمارے رب تو تو بہت ہی مہربان اور بہت ہی رحم سے پیش آنے والا ہے۔ اس دعا کا پس منظر یہ ہے کہ انصار اور مہاجرین جو خدا کی نظر میں بہت بڑے بڑے مرتبے پا گئے آخری دور میں کچھ ایسے اختلافات میں ملوث ہوئے کہ جن کے نتیجہ میں مؤرخ کے لئے یہ سمجھنا بہت مشکل ہو گیا کہ کسی نے کیا غلطی کی تھی اور کون کس حد تک حق پر تھا۔ ان عبث بحثوں میں مبتلا ہو کر مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک وہ جو شیعان علی کہلاتے ہیں ایک وہ جو اہل سنت اور چودہ سو سال ہونے کو آئے آج تک یہ ان بحثوں سے باز نہیں آ رہے کہ کون کس سے بہتر تھا کس نے کیا گناہ کیا؟ کس سے کیا غفلتیں سرزد ہوئیں۔ مجھ سے ایک مرتبہ ایک شیعہ دوست نے سوال کیا کہ بتائیے حضرت علیؓ درست تھے یا حضرت عائشہؓ درست تھیں۔ میں نے کہا جس نے بتانا ہے وہ تو اس کے دربار میں حاضر ہو چکے۔ میں کون ہوں بتانے والا اور آپ کون ہیں پوچھنے والے جس خدا نے فیصلے فرمانے ہیں اس کے دربار میں خدا کے یہ نیک بندے حاضر ہو چکے ہیں۔ اپنا سب کچھ اس کو پیش کر بیٹھے ہیں اس لئے ان لغو بحثوں میں مبتلا نہ ہوں۔

اس آیت کریمہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام باقرؒ کے سامنے جو ایک بہت بزرگ شیعہ امام تھے، اولین ائمہ میں سے تھے۔ کسی شیعہ نے آنحضرت ﷺ کے بعض خلفاء اور صحابہ کے متعلق زبان طعن دراز کی۔ غیرت سے آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور بہت ہی جلال کے ساتھ اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ کہ وہ لوگ جوان بزرگوں کے بعد آنے والے ہیں۔ وہ تو صرف یہ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا ہمیں بھی بخش دے اور ان کو بھی بخش دے۔ اگر ان سے کچھ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں تو ہماری التجا یہ ہے کہ ان کو معاف فرما دے اور ہم تو ہیں ہی گناہ گار بندے ہمیں

بھی ضرور معاف فرما۔ یہ وہ بھائی ہیں جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے تھے۔ اور ان کے پہلے ایمان لانے کے نتیجہ میں ہم نے یہ فیض پایا ہے اس لئے ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ان کے متعلق کسی قسم کا اور کوئی کلمہ کہیں سوائے اس کے کہ تجھ سے ان کے لئے بخشش کے طالب ہوں۔ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اور ہمارے دل ایسے بنا دے کہ ان میں کسی ایمان لانے والے کے لئے بھی کسی قسم کی کوئی کجی نہ رہے، کوئی بیہودہ خیالات پیدا نہ ہوں۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اے خدا تو تو بہت ہی مہربان ہے، ہمیں بھی مہربان بنا دے تو تو بار بار رحم کرنے والا ہے ہمیں بھی بار بار رحم کرنے والا بنا دے۔ پس مسلمان سوسائٹی کے لئے یہ دعا بہت ہی قیمتی دعا ہے ایسی جماعتیں جہاں بعض دفعہ اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ نفرتوں میں بدل جاتے ہیں اور وہ جماعتیں پھٹ جاتی ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ ان کے لئے یہ دعا بہت ہی اہمیت رکھتی ہے اور شیعوں اور سنیوں سے گفتگو کے دوران بھی آپ کے پیش نظر یہ دعا رہنی چاہئے اور یہی مسلک ہے جو سب سے اچھا مسلک ہے اس میں عاجزی اور انکسار پایا جاتا ہے اور معاملات کو خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ خدا کے سپرد کر دیا جاتا ہے یہ دعا سورۃ الحشر آیت : ۱۱ میں ہے۔

ایک دعا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور ان لوگوں کی دعا ہے جو آپ کے ساتھ تھے اور آپ کے اسوہ سے فیض پانے والے تھے قرآن کریم فرماتا ہے۔ وہ لوگ مشرک نہیں تھے اور ہر قسم کے شرک سے بیزار تھے اور خالصةً للہ وقف ہو چکے تھے۔ وہ خدا کے حضور یہ عرض کیا کرتے تھے۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ (الممتحنہ: ۵) اے خدا ہمارا تمام تر توکل تجھ پر ہے وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا اور ہم تیری ہی طرف جھکنے والے ہیں وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور تیری ہی طرف ہر راستہ جاتا ہے۔ تیری طرف جانے کے سوا ہم اور کوئی راہ نہیں پاتے۔ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ایک بہت ہی خوبصورت بیان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اور کسی طرف جا نہیں سکتے لازماً بالآخر وہاں پہنچنا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ All Roads lead to Rome یہ تو ایک فرضی محاورہ ہے کہاں ساری سڑکیں روم کی طرف جاتی ہیں مگر امر واقعہ یہ ہے کہ خدا کی طرف ساری سڑکیں جاتی ہیں۔ مومن کی بھی اور کافر کی بھی بالآخر اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو وہ یہ عرض کرتے ہیں عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اس دعا میں ایک بہت ہی گہرا پیغام ہے وہ یہ ہے

کہ خدا کی طرف تو تم نے بہر حال لوٹ کر آنا ہے خواہ کافر بنو یا مومن بنو، نیک ہو یا بد ہو آخر وہاں جائے بغیر چارہ نہیں ہے۔ لیکن وہ لوگ جواز خود پہلے خدا کی طرف حرکت کرتے ہیں وہی ہیں جو مقبول ہوتے ہیں وہی ہیں جو اس کو پالیتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے غلاموں نے یہ دعا کی اے خدا ہمارا تجھ پر توکل ہے اور ہم تیری ہی طرف آرہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بالآخر تیری ہی طرف جانا ہے اسلئے جو لوگ طوعی طور پر خدا کیلئے سفر اختیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی راہوں پر چلنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور طاقت بخشتا ہے کہ بالآخر وہ اس کو پالیں۔

پھر یہ دعا ہے رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الممتحنہ:٦) اے ہمارے رب ہمیں ان لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا جنہوں نے انکار کر دیا۔ فتنہ سے دو باتیں مراد ہیں۔ ایک یہ کہ ہم کسی کے لئے ٹھوکر کا مؤجب نہ بنیں ہم ایمان لے آئے ہم تجھ پر توکل کرتے ہیں ہم تیری طرف آتے ہیں لیکن راہ میں ایسی ٹھوکریں نہ کھائیں کہ کوئی اور دیکھنے والا بھی ٹھوکر کھا جائے اور ہماری وجہ سے کسی ابتلا میں پڑ کر وہ راہ راست کو کھو دے۔

یہ ایک بہت ہی اہم دعا ہے ہر انسان کو اپنے اعمال کی اس طرح نگرانی بھی کرنی چاہئے اور دعا بھی کرنی چاہئے کہ میری وجہ سے کوئی انسان ٹھوکر میں مبتلا نہ ہو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ اس مضمون کو یوں بیان فرمایا کہ ایک ایسا شخص جو کسی کے لئے ٹھوکر کا موجب بنتا ہے بہتر تھا کہ اس کی ماں نے اسے جنم نہ دیا ہوتا کیونکہ وہ شخص بھی پکڑا جاتا ہے اس لئے دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے رہنا چاہئے۔

امریکہ کے اس سفر کے دوران بارہا مجھ سے بعض دوستوں نے یہ ذکر کیا کہ پاکستان سے آنے والے اس طرح کرتے ہیں اور اس طرح کرتے ہیں اور ہمارے لئے وہ ٹھوکر کا موجب بن جاتے ہیں۔ ان کو تو میں یہ سمجھاتا ہوں کہ اسلام کسی ایک ملک کا اسلام نہیں ہے۔ اسلام تو تمام دنیا کا اسلام ہے۔ آپ نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو اس لئے نہیں مانا کہ آپ کا تعلق ہندوستان سے تھا آپ نے تو اس لئے ان کو مانا ہے کہ آپ کا تعلق حضرت محمد ﷺ سے تھا۔ ایک ایسے رسول سے تعلق تھا جس کے متعلق قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ۔ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ (النور:٣٦) ایسا نور ہے جو نہ مشرق کا ہے نہ مغرب کا ہے دونوں میں سانجھا ہے اور پھر فرمایا کہ وہ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

ہے۔(الانبیاء:۱۰۸) وہ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے تو میں ان کو سمجھانے کی کوشش کرتا رہا کہ آپ تو حضرت محمد مصطفی ﷺ کو پانے کے دعویدار ہیں۔ پھر یہ جغرافیائی تفریقیں کیسی؟ پھر یہ خیال کیسا کہ فلاں شخص کو ہم سے بہتر ہونا چاہئے تھا کیوں کسی کو ہم سے بہتر ہونا چاہئے؟ وہی بہتر ہے جو خدا کے نزدیک بہتر ہے اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:۱۴) رنگ ونسل کی تمیز ہمیشہ کے لئے مٹادی گئی ہے۔تم میں سے وہی معزز ہے جو خدا کے نزدیک معزز ہے۔اس لئے میں ان کو یہی کہتا رہا کہ آپ ان لوگوں پر رحم کریں جو پاکستان سے آتے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ وہ احمدیت کے سفیر بن کر آئے ہیں لیکن وہ احمدیت کی بجائے بعض اور بدیوں کے سفیر بن کر جاتے ہیں۔ آپ محمد مصطفی ﷺ کے سفیر بن کر ان کو بچانے کی کوشش کریں نہ کہ ان کی وجہ سے خود ٹھوکر کھا جائیں۔ پس جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو ٹھوکر کھاتے ہیں ان کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا اور قرآن کریم یہ بات کھول کر بیان فرما چکا ہے کہ جب قیامت کے دن بعض لوگ جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے تو وہ یہ عذر پیش کریں گے کہ اے خدا ان بڑے لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا ان کی وجہ سے ہم نے ٹھوکر کھائی اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم دونوں کیلئے جہنم ہے ٹھوکر میں مبتلا کرنے والوں کے لئے بھی اور ان کے لئے بھی جنہوں نے بعض لوگوں کے بدنمونے سے اثر قبول کر کے خود اپنی گمراہی کے سامان کئے۔

پس قرآن کریم کی تعلیم دوطرفہ ہے اور مکمل ہے اور متوازن ہے لیکن یہ بیان کرنے کے باوجود ان احمدیوں کی ذمہ داری کو میں کم نہیں سمجھتا جنہوں نے لمبے عرصے تک پاکستان یا ہندوستان میں تربیت پائی۔ بہت سے ان میں سے ایسے ہیں جو صحابہ کی اولاد ہیں، بہت سے ان میں سے ایسے ہیں جنہوں نے صحابہ کو خود دیکھا ہوا ہے اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے صحابہ کو دیکھے ہوئے لوگوں سے تربیت پائی ہے۔ وہ جب باقی دنیا میں جاتے ہیں تو طبعاً انسانی فطرت ہے خواہ یہ دلیل مضبوط ہو یا نہ ہو کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ احمدیت کے سفیر آرہے ہیں اور ان کے نمونے پر چل کر ہمیں نجات ملے گی جب وہ غلط نمونے دیکھتے ہیں تو لازماً ان کو صدمہ پہنچتا ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے انعام یافتہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو تقویت دی جاتی ہے وہ ٹھوکر نہیں کھاتے لیکن کمزور پھر بھی ٹھوکر کھا جاتے ہیں اس لئے یہ دعا بہت ہی ضروری ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے صحابہ نے کی کہ رَبَّنَا لَا

تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے خدا ہمیں ان لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ بنا جنہوں نے کفر کیا یہاں لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہہ کر اس بات کو کھول دیا کہ وہ لوگ بری الذمہ نہیں ہیں جو ٹھوکر کھا جاتے ہیں کیونکہ انکار ان کی فطرت میں ہے تبھی وہ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ پہلے کفر کی حالت ان کے اندر موجود ہے اگر وہ نہ ہوتی تو وہ ٹھوکر نہ کھاتے لیکن اس کے باوجود ہم اس بات میں ملوث نہیں ہونا چاہتے۔ ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہماری وجہ سے کوئی ظالم ٹھوکر کھا جائے۔

دوسرا مضمون فتنہ کا یہ ہے کہ دشمن کو ہمیں عذاب میں مبتلا کرنے کا موقعہ عطا نہ فرما۔ قرآن کریم ان معنوں میں بھی لفظ فتنہ استعمال فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا (البروج:۱۱) وہ لوگ جنہوں نے مومنوں کو فتنے میں ڈالا اور پھر توبہ نہیں کی۔ پس فتنہ دو طرفہ ہے مومن کی طرف سے فتنہ یہ ہے کہ کوئی شخص ٹھوکر کھا جائے اور خدا کی راہ سے ہٹ جائے۔ کافر کا فتنہ یہ ہے کہ زبردستی عذاب میں مبتلا کر کے کسی کو خدا کی راہ سے ہٹائے۔ نتیجہ فتنے کا ایک ہی ہے اگرچہ مختلف سمتوں سے مختلف شکلوں میں فتنہ ظاہر ہوتا ہے۔ مومن ظلم اور تعدی کر کے فتنے کا موجب نہیں بنتا بلکہ اپنی نااہلی کی وجہ سے یا غلطیوں کی وجہ سے فتنے کا موجب بن جاتا ہے۔ نتیجہ یہی ہے کہ کوئی دیکھنے والا خدا کی راہ سے دور ہو جاتا ہے۔ کافر اس قسم کے فتنے میں مومن کو مبتلا کرتا ہے کہ جسمانی عذاب دے کر اس کو خدا کی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔

پس آج کے دور میں یہ دعا دنیا کے ہر حصے میں برابر اطلاق پا رہی ہے کچھ ایسی جگہیں ہیں جہاں غیروں کو احمدیوں کی طرف سے فتنہ درپیش ہے ان کی بداعمالیوں یا کمزوریوں کی وجہ سے غیر فتنے میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ بعض ایسے ملک ہیں جہاں احمدیوں کو غیروں کی طرف سے اذیت اور عذاب کا فتنہ درپیش ہے پس دونوں لحاظ سے یہ دعا ایک عالمگیر دعا ہے اور ہر جگہ اپنے اپنے مضمون کے مطابق اثر دکھائے گی پس میں چاہتا ہوں کہ احمدی خصوصیت کے ساتھ اس دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیں۔

پھر یہ عرض کی گئی۔ وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اے خدا ہمیں بخش دے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یقیناً تو بہت ہی عزت والی طاقت رکھتا ہے۔ لفظ الْعَزِيْزُ سمجھنے کے لائق ہے اس میں طاقت بھی ہے اور عزت بھی ہے جبر نہیں ہے بلکہ ایسی طاقت ہے جس کے نتیجے میں طاقتور معزز ہوتا ہے اور طاقت کا بے محل استعمال نہیں کرتا اور لازماً غالب آتا ہے پس الْعَزِيْزُ کا ترجمہ محض غالب یا طاقت

والا کرنا درست نہیں بلکہ یہ معنی ہے کہ اے وہ طاقت ور ہستی جس کی طاقت میں عزت و احترام شامل ہے اور اَلْحَکِیْمُ تو حکمتوں والا خدا ہے ہمیں بھی عزت والی طاقت عطا فرما اور ہمیں بھی حکمتیں عطا فرما۔

ایک دعا ہے جس کا ذکر توبۃ النصوح کرنے والوں کے ذکر کے بعد آتا ہے۔ یہ فرمایا گیا کہ وہ لوگ جو خدا کے حضور سچی توبہ کرتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ ایک نور عطا فرماتا ہے اور وہ نور ان کے آگے بھی بھاگتا ہے ان کے پیچھے بھی ہوتا ہے اور ان کو ہر طرف سے گھیر لیتا ہے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (التحریم: ۹)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو سچی توبہ کرو اور کامل توبہ کرو ممکن ہے کہ خدا اس کے نتیجہ میں تمہاری بدیاں تم سے دور فرمادے وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ اور تمہیں ایسے باغات میں داخل فرمائے جن میں دائمی نہریں بہتی ہیں۔ يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ یاد رکھو ایک ایسا دن آنے والا ہے جبکہ خدا کا نبی ذلیل نہیں کیا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ہر عزت بخشی جائے گی کیونکہ دنیا اس نبی کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتی ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ذلیل نہیں کیا جائے گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی ہر کوشش کو ناکام و نامراد بنا دیا جائے گا اور ہر عزت اس مقدس نبی کے حصے میں آئے گی فرمایا لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور یہی سلوک ان لوگوں سے بھی کیا جائے گا جو اس کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کا نور ان کے سامنے ان کے آگے آگے دوڑے گا۔ وَبِاَيْمَانِهِمْ اور ان کے داہنے ہاتھ بھی يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا وہ یہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لئے کامل فرمادے اور ہمیں بخش دے اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

یہاں نور کے سامنے بھاگنے کا اور دائیں طرف بھاگنے کا ذکر ہے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے

کہ کیا ان کے بائیں طرف نور نہیں ہوگا اور ان کے پیچھے نور نہیں ہوگا یہ اس محاورے کا مطلب نہیں۔ سامنے بھاگنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے رستے روشن ہوں گے۔ انہیں معلوم ہوگا کہ ہم نے کیا کرنا ہے اور دائیں طرف کے نور کا مطلب یہ ہے کہ ان کا دین روشن ہوگا اور دین کے معاملات میں غلطیوں سے مبرا ہوں گے کیونکہ سامنے تو انسان رستہ دیکھنے کے لئے نور کا محتاج ہوا کرتا ہے۔ آپ ٹارچ لے کر جب اندھیرے میں چلتے ہیں تو ٹارچ کا منہ پیچھے کی طرف کر کے تو آگے نہیں بڑھتے۔ پس اس میں کیفیت بیان ہوگئی جس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ترقی کرنے والے لوگ ہوں گے اور جو محاورہ ہے نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ اس نے ایک بہت ہی خوبصورت منظر کھینچا ہے حضرت محمد مصطفی ﷺ اور آپ کے غلاموں کی تیز رفتاری کا۔ جتنا تیز یہ آگے قدم بڑھائیں گے اتنا ہی نور تیزی سے آگے آگے بڑھے گا جس طرح بعض دفعہ ایک پائلٹ اس لئے زیادہ تیز آگے بڑھتا ہے کہ پیچھے آنے والا تیز رفتار ہے ویسا ہی نقشہ نور کا کھینچا گیا ہے کہ وہ ایسی تیزی کے ساتھ خدا کی جانب قدم بڑھانے والے ہیں کہ نور کو جلدی ہوگی کہ میں کہیں پیچھے نہ رہ جاؤں اور وہ ان کے رستے روشن کرتا چلا جائے گا اور بِاَيْمَانِهِمْ کا مطلب ہے کہ ان کا دایاں پہلو یعنی دین پوری طرح روشن ہوگا یعنی دنیا میں اگر وہ غلطیاں بھی کر جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں بعض باتوں میں دنیا کے لحاظ سے وہ لاعلم بھی ہو سکتے ہیں لیکن اس سے ان کی روحانی شخصیت پر کوئی بد اثر نہیں پڑے گا اور پھر وہ یہ دعا کریں گے رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا اے خدا ہمارا نور کامل فرمادے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نور کسی ایسی حالت کا نام نہیں ہے جہاں روشنی مکمل ہو جائے۔ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا روشنی درجہ بدرجہ بڑھتی رہتی ہے اور درجہ بدرجہ کم بھی ہوتی رہتی ہے یہ روشنی جس میں ہم اب بیٹھے ہوئے ہیں ہم سمجھ رہے ہیں کہ بہت ہی اچھی روشنی ہے دور تک ہر چیز ہمیں صاف دکھائی دے رہی ہے لیکن باہر کی دھوپ میں نکل کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ روشنی کچھ اور ہی روشنی ہے اور اسی زمانے میں اسی دن آپ کسی سخت گرم ملک کی دھوپ میں جا کر نکل کر دیکھیں تو اتنی تیز روشنی ہوگی کہ آنکھیں نہیں کھلیں گی تو روشنی اپنی کیفیت کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا نور بڑھاتا چلا جا دوسرے نُوْرَنَا میں ایک اور اشارہ فرما دیا گیا کہ ہر شخص کے اندر اللہ تعالیٰ نے اندرونی صلاحیتیں رکھی ہوئی ہیں اور دراصل وہی ہیں جن سے وہ نور پاتا ہے۔ آنکھوں کا تعلق نور سے ہے جس

کی آنکھیں زیادہ روشن ہوں اتنا ہی زیادہ وہ بیرونی نور سے استفادہ کرسکتی ہیں اگر آنکھوں میں روشنائی نہ ہوتو خواہ ہزار سورج چمک رہے ہوں ایسے شخص کو کچھ دکھائی نہیں دے گا۔

پس اللہ تعالیٰ یہ دعا سکھا کر بہت عظیم احسان ہم پر فرماتا ہے اس طرح متوجہ کرتا ہے کہ تم میرے نور کے اگر محتاج ہو اور واقعی مجھ سے مزید نور چاہتے ہو تو اپنے باطن کا نور بڑھاؤ اور خدا سے یہ دعا کرو کہ اے خدا ہمارا نور کامل فرمادے۔ ہمارے اندر بہت سی ایسی کمزوریاں ہیں کہ ہم تیرے نور سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتے۔ ان کمزوریوں کو دور فرماتا رہ تا کہ ہم زیادہ سے زیادہ نور کے اہل بن سکیں۔ وَاغۡفِرۡ لَنَا کا مضمون ان معنوں میں اس مضمون سے تعلق رکھتا ہے کہ ہماری صلاحیتیں جو تو نے ہمیں بخشی ہیں ہوسکتا ہے ہم نے ان کا غلط استعمال کیا ہو اور اس وجہ سے ان کے اندر پوری طرح دیکھنے کی طاقت نہ رہی ہو، اس لئے ہم بخشش کے طالب ہیں۔ اگر کچھ گناہ سرزد ہوئے ہیں کچھ غلطیاں ہوئی ہیں تو تو درگزر فرما اور بخش دے تا کہ ہماری خوابیدہ صلاحیتیں جاگ اٹھیں ہماری مرتی ہوئی صلاحیتوں میں نئی زندگی پیدا ہو جائے اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ تو ہر چیز پر قادر ہے جب چاہے یہ فیصلہ کرے کہ کس کی مرتی ہوئی صلاحیتیں زندہ ہوں تو اس بات پر قادر ہے کہ انہیں زندہ کر سکے لیکن دنیا میں ہم ہر چیز پر قادر نہیں ہیں۔

اب نور کی بات ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر کے پاس اگر کوئی شخص آنکھیں دکھانے کے لئے جائے اور ڈاکٹر یہ معلوم کرے کہ اس کا اندرونی نور مر چکا ہے یعنی وہ رگ یا Nurve جسے آپٹیکل Nurve کہا جاتا ہے اس میں نور نہیں رہا تو ڈاکٹر ہمیشہ عاجزی سے یہ کہے گا کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا ، ہمارے بس کی بات نہیں اور یہ بتائے گا کہ جو رگیں مر جائیں، جو Nurve مر چکی ہوں ان کو کوئی انسان دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا تو اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ نے ایک نئی امید پیدا کر دی۔ ہمیں یہ بتایا کہ دنیا کے تجربے میں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بعض دفعہ اندرونی صلاحیتیں مر چکی ہوں تو دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتیں مگر اے خدا تو تو قادر ہے تو چاہے تو مرے ہوؤں کو بھی زندہ کرسکتا ہے۔ پس ہم تجھ سے ہر چیز مانگتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ تو ہر چیز عطا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

ایک دعا فرعون کی بیوی کی دعا قرآن کریم نے محفوظ فرمائی ہے، وہ یہ ہے: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ ۘ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ لِىۡ عِنۡدَكَ بَيۡتًا فِى

الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ (التحریم: ۱۲) وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اور اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کے لئے ایک یہ بھی مثال بیان فرمائی ہے کہ وہ بعض پہلوؤں سے فرعون کی بیوی کی طرح ہوتے ہیں۔کس پہلو سے؟ اس پہلو سے کہ جب اس نے اپنے آپ کو مجبور اور مغلوب دیکھ کر اور ایک فاسق وفاجر بادشاہ کے ہاتھوں بے بس پاتے ہوئے یہ عرض کیا کہ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا اے خدا مجھے تو اپنے پاس گھر عطا کر۔ یہاں فرعون کے گھر میں بسنے والی ایک مجبور عورت ہے اس کا اور کوئی اپنا گھر نہیں۔کتنی دردناک دعا ہے۔اس نے اپنے سارے دکھوں کا تصور کر کے کہ میں خدا کی عبادت کرنا چاہتی ہوں میں نیک بننا چاہتی ہوں مگر ایک ظالم کے گھر میں ڈالی گئی ہوں جو ایسا ظالم ہے جو بڑی عظیم الشان سلطنت پر حکومت کر رہا ہے اور ساری قوم اس سے ڈر رہی ہے اس کے گھر سے نکل کر جاؤں بھی تو کہاں جاؤں اس لئے دنیا کا کوئی گھر مجھے پناہ نہیں دے سکتا یہ مضمون ہے ۔عرض کرتی ہے۔ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اے خدا مجھے تو اپنے پاس جنت میں گھر بنادے۔ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ مجھے فرعون سے بھی نجات بخش اور اس کی بداعمالیوں سے بھی نجات بخش۔ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات عطا فرما۔

پس مومنوں پر بھی ایسی کیفیت آتی ہے کہ وہ بے بس ہو جاتے ہیں ایک ایسے ملک میں بستے ہیں جہاں کا بادشاہ ظالم ہے جہاں کی قوم ظالم ہے وہ وہاں سے نکل کر کہیں جا نہیں سکتے جو نکل کر جاسکتے ہیں وہ تو ہجرت کر جاتے ہیں مگر ایسے بھی کمزور ہیں جیسے فرعون کی بیوی ہے وہ نہ گھر سے نکل سکتی ہے نہ ملک سے نکل سکتی ہے۔ایسے بے بس بھی ہیں ان کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے دیکھیں کیسے نجات کے سامان مہیا فرمادیئے۔قرآن کریم میں ایک ایسی دردناک دعا لکھ دی جس کے نتیجہ میں ایسے بے بس لوگ بھی فیض پا جاتے ہیں اور براہ راست خدا سے نجات کی راہیں مانگتے ہیں اور یہ عرض کرتے ہیں کہ اس دنیا کے گھر کی کیا بات ہے ہمیں جنت میں اپنے حضور گھر عطا فرما۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک اور دعا ہے جو بہت ہی دردناک ہے اور اس میں بہت تفصیل کے ساتھ یہ نقشے کھینچے گئے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے کیا کیا کچھ کیا بعض لوگ پیغام پہنچانے کے بعد جب دیکھتے ہیں کہ پیغام کو قبول نہیں کیا گیا یا ان سے حقارت کا

سلوک کیا گیا تو بددعا میں بے حد بے صبری کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اچھا اس نے ہماری بات نہیں مانی رد کردی ہے اب دیکھو خدا کا عذاب اسے پکڑے گا۔ یہ بالکل جاہلانہ اور بچگانہ باتیں ہیں اور غیر مومنانہ باتیں ہیں خدا کے انبیاء کی طرز اس سے بالکل مختلف ہے۔

وہ پیغام رسانی کی حد کر دیتے ہیں اس طرح پیغام پہنچاتے ہیں کہ عام انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور پھر بظاہر ناکام و نامراد ہونے کے باوجود وہ خدا سے عذاب نہیں چاہتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود ان کو بتائے کہ کسی قوم کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ اب دیکھئے حضرت نوح علیہ السلام نے کس طرح دعوت الی اللہ کا حق ادا کیا تھا۔ امریکہ میں بار بار مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ ہم نے تو دعوت الی اللہ کا حق ادا کیا، لوگ سنتے ہی نہیں مگر کیا آپ نے اس طرح کیا جس طرح حضرت نوح علیہ السلام بیان کر رہے ہیں۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا (نوح:۶) عرض کیا اے میرے رب میں نے تو اپنی قوم کو دن کو بھی پکارا اور رات کو بھی پکارا فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا (نوح:۷) اور میری پکارنے ان کو مجھ سے متنفر ہونے کے سوا اور کچھ نہ دیا مجھ سے اور زیادہ بھاگنے لگے۔ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا (نوح:۸) کہ اے میرے خدا جب بھی میں نے ان کو بلایا تا کہ تو انہیں بخش دے اپنی خاطر نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ تیری بخشش حاصل کریں۔ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دیں وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ اور اپنے سروں پر اور اپنے کانوں پر کپڑے لپیٹ لئے وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا اور انہوں نے ضد کی کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے اور بہت بڑے تکبر سے کام لیا ہے لیکن اس کے باوجود میں ان سے مایوس نہیں ہوا۔ میں انہیں تیری راہوں کی طرف بلاتا رہا جس جس طرح مجھے خیال گزرا کہ شاید اس طرح یہ لوگ مان جائیں میں ویسے ہی طریق اختیار کرتا چلا گیا۔ یہ سننے کے بعد انسان سوچ بھی نہیں سکتا کہ اب اس کے بعد کوئی دعوت کی راہ باقی رہی ہوگی آپ کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرے کہ کانوں میں انگلیاں ڈالے سر اور منہ پر کپڑے لپیٹے اور بار بار ضد اور تکبر سے کہے کہ جاؤ جو کرنا ہے کر لو میں ہرگز تمہاری بات نہیں سنوں گا۔ تو آپ کہیں گے ہر راہ ختم ہوگئی ہے مگر حضرت نوح اس ذکر کو جاری رکھتے ہیں کہتے ہیں ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا (نوح:۹) پھر مجھے خیال آیا کہ

بعض دفعہ کھلے کھلے اعلانوں سے بعض لوگ سن لیتے ہیں۔ مخفی باتوں سے نہیں سنتے تو میں نے بازاروں میں نکل کر بلند آواز سے لوگوں کو بلانا شروع کیا ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا (نوح:۱۰) اور میں نے مخفی طور پر اشاروں کنایوں سے بھی ان کو پکارا کہ آؤ خدا کی طرف آجاؤ۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا (نوح:۱۱) اور میں ان کو بتاتا چلا گیا کہ تمہارا رب بہت ہی مہربان ہے بہت ہی بخشش کرنے والا ہے اس سے بخشش مانگو تا کہ تم بخشے جاؤ یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا (نوح:۱۲) وہ تم پر نعمتوں کی بارش برسائے گا۔ وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا (نوح:۱۳) اور وہ تمہارے لئے تمہارے اموال میں برکت دے گا اور تمہاری اولادوں میں برکت دے گا اور تمہیں وہ ہمیشگی کے باغات عطا فرمائے گا وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا اور تمہارے لئے نہریں جاری فرمائے گا۔ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (نوح:۱۴) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خدا کی طرف حکمت کی باتیں منسوب نہیں کر رہے وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا (نوح:۱۵) اور میں نے ان کو ان کا ماضی یاد دلایا اور ان کو بتایا کہ دیکھو خدا نے تمہیں اس مقام تک پہنچانے سے پہلے کن کن ادوار سے گزارا کیسے کیسے طبقات سے گزرتے ہوئے تم ترقی کرتے آخر انسان کے مقام تک پہنچے ہو۔ اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (نوح:۱۶) پھر انسانی زندگی سے پہلے کی طرف نگاہ ڈالو کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے زمین و آسمان کو کس طرح طبقہ بہ طبقہ دور بہ دور پیدا فرمایا وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح:۱۷) اور اس نے آسمانوں میں چاند کے لئے نور رکھ دیا جو ٹھنڈی چاندنی تمہارے لئے لے کر آتا ہے وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور تمہارے لئے چمکتا ہوا سورج بنایا وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا (نوح:۱۸) اور اللہ تعالیٰ نے نباتات کی طرح تمہیں زمین سے اٹھایا ہے اور تمہاری رفتہ رفتہ پرورش فرمائی ہے۔ ثُمَّ یُعِیْدُكُمْ فِیْهَا وَیُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا (نوح:۱۹) لیکن یاد رکھو کہ بالآخر تم اس مٹی میں ملا دیئے جاؤ گے اور اسی مٹی سے ایک دن نکالے جاؤ گے۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا (نوح:۲۰) اور تمہارا خدا وہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونے کی طرح بچھا دیا ہے۔ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا (نوح:۲۱) اگر تم اس زمین پر کھلے کھلے رستوں پر قدم آگے بڑھاؤ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ

عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا (نوح:۲۲) اے میرے خدا یہ سب کچھ کرنے کے باوجود اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ یہ پھر بھی میرا انکار کرتے چلے جا رہے ہیں وَاتَّبَعُوْا اور اس کی پیروی کرتے ہیں مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ ایسے ظالموں کی پیروی انہوں نے کی ہے جن کو ان کے مال نے اور ان کی اولاد نے گھاٹے کے سوا کچھ نہیں دیا۔ یعنی ایسے دنیا والے امیروں کی پیروی کرتے ہیں۔

ایسی طاقتور قوموں کے پیچھے لگ گئے ہیں جن کے متعلق یہ دیکھ رہے ہیں کہ آخر ان کا قدم گھاٹے کی طرف اور نقصان کی طرف ہے وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا (نوح:۲۳) اور میری نیکیوں کے جواب میں یہ اپنے مکر میں بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ بہت بڑے مکر میرے خلاف استعمال کئے وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا (نوح:۲۴) اور ان کے لیڈروں نے ان میں بار بار اعلان کئے کہ ہرگز تم نے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑنا نہ تم وَدًّا کو چھوڑو گے نہ سُوَاعًا کو چھوڑو گے نہ يَغُوْثَ کو چھوڑو گے نہ نَسْرًا کو چھوڑو گے۔ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا (نوح:۲۵) اور انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا اور تو نہیں بڑھاتا ان لوگوں کو جو گمراہ ہو گئے ہیں مگر گمراہی میں ہی۔ یعنی تیری تقدیر اسی طرح کارفرما ہوتی ہے کہ جو لوگ گمراہی میں بڑھنے پر ضد کرتے ہیں تو ان کو پھر موقع دیتا ہے کہ وہ گمراہی میں آگے بڑھتے چلے جائیں۔ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا (نوح:۲۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پس ان کی خطیئات کی وجہ سے بے شمار گناہوں کی وجہ سے وہ آگ میں داخل کئے گئے فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا اور خدا کے سوا ان کو کوئی مددگار پھر نظر نہ آیا یعنی کوئی مددگار ان کے کام نہیں آسکتا تھا۔ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح:۲۷) تب نوح نے کہا اے خدا اب کافروں میں سے اس زمین پر کوئی باقی نہ چھوڑ۔

یہ جو دعا ہے یہ سب کچھ کرنے کے بعد کی دعا ہے اس سے پہلے کی نہیں ہے اور اس کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (نوح:۲۸) کہ اب اس قوم کی حالت ایسی ہو چکی ہے کہ اگر ان کو زمین پر تو باقی چھوڑے گا تو یہ سوائے

گمراہی پھیلانے کے سوائے بدیاں پھیلانے کے اور کوئی کام نہیں کریں گے، اور ایسے بچے جنیں گے جو گمراہی میں بڑھتے چلے جائیں گے رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ (نوح:۲۹) اے میرے رب میری بھی بخشش فرما میرے والدین سے بھی بخشش کا سلوک فرما وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا اور ہر اس شخص کو بھی بخش دے جو میرے گھر میں ایمان لاتے ہوئے داخل ہو۔ وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ سب مومنوں کو بخش اور سب مومنات کو بخش وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا اور دشمنوں کو سوائے ہلاکت کے اور کچھ نصیب نہ ہو۔

یہ وہ دعا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے پھر وہ مشہور بارش برسائی اور زمین نے اپنے چشمے اگلے یہاں تک کہ طوفان نوح آیا۔ وہ عظیم سیلاب جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا مگر میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ قرآن سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ یہ سیلاب ساری دنیا میں نہیں آیا بلکہ صرف نوح کی قوم پر آیا ہے جو کہ ایک محدود علاقہ میں بستی تھی اور صرف وہی لوگ ہلاک کئے گئے جن کا ذکر ان آیات میں ملتا ہے جن کو حضرت نوح علیہ السلام نے کامل طور پر پیغام پہنچا دیا تھا اور اس پیغام کو ہر طرح سے ہر پہلو سے سننے اور سمجھنے کے باوجود انہوں نے حضرت نوح کا انکار کیا۔

یہاں ایک خاص مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ قانون قدرت بارشیں برساتا ہے اور قانون قدرت ہی ہے جس کے نتیجہ میں بعض دفعہ زمین سے چشمے ابلنے لگتے ہیں تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ عذاب الہٰی ہے اور کیا خدا تعالیٰ اپنے قانون کو تبدیل کر کے خصوصیت کے ساتھ نئے قانون جاری فرماتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اس تبلیغ میں اس مسئلہ کا حل ملتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (نوح:۱۲) کہ تم پر خدا کثرت سے بارشیں نازل فرمائے گا یعنی بارشوں کا نازل ہونا معلوم ہوتا ہے مقدر تھا اور غیر معمولی طور پر بارشوں کا اس علاقہ میں برسنا پہلے سے ہی مقدر ہو چکا تھا اور اس کی تیاریاں ہو چکی تھیں لیکن ساتھ ہی بتایا کہ یہ بارشیں ہلاکت کی نہیں ہوں گی۔ قانون قدرت تو ہے مگر اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے قانون قدرت کو استعمال فرماتا ہے۔ وہ بارشیں نازل فرمائے گا کس لئے؟ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ (نوح:۱۳) وہ بارشیں تمہارے لئے کثرت اموال کا موجب بنیں گی اور کثرت اولاد کا موجب بنیں گی اور تمہارے

لئے ہمیشہ کی جاری رہنے والی نہریں پیچھے چھوڑ جائیں گی۔ پس قانون قدرت کو کس طرح استعمال کیا جاتا ہے یہ سوال ہے بارشوں نے تو آنا تھا وہ تو پہلے سے ہی بخارات کی صورت میں اٹھ کر کہیں اکٹھی ہو چکی تھیں لیکن کس طرح برسیں گی۔ اکٹھی برسیں گی یا ٹھہر ٹھہر کر برسیں گی فائدہ پیچھے چھوڑ کر جائیں گی یا نقصان پیچھے چھوڑ کر جائیں گی یہ فیصلے انسان کے اعمال نے کرنے تھے پس ایسا ہی ہوا۔ دیکھیں بارشیں آئیں لیکن اور رنگ میں آئیں بجائے فائدہ پہنچانے کے ہمیشہ کے لئے اس قوم کا نشان مٹا گئیں۔

یہ دعا سورۃ نوح آیات ۶ تا ۲۹ سے لی گئی ہے یعنی ان آیات میں وہ سارا مضمون بھی بیان ہے اور دعا بھی اس میں شامل ہے۔

اب میں آخری دو دعاؤں کا ذکر کرتا ہوں جو معوذتین کے نام سے مشہور ہیں اور جن میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ کہہ کر ہمیں بعض دعائیں سکھائی گئی ہیں فرمایا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (الفلق:۲) اے محمد ﷺ تو یہ کہہ اور کہتا چلا جا اور جو سنے وہ بھی آگے یہ پیغام دیتا چلا جائے کہ تم اپنے رب سے یہ کہا کرو۔ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کہ ہم اس رب کی پناہ میں آتے ہیں جو تخلیق کا رب ہے۔ جو راتوں کو صبح میں تبدیل کرتا ہے اور صبحوں کو راتوں میں بدلتا ہے جس کی طاقت سے یا جس کی تقدیر سے نئی نئی چیزیں پھوٹتی ہیں۔ گٹھلیاں پھٹتی ہیں اور ان سے کونپلیں نکلتی ہیں جو درخت بن جاتی ہیں۔ بیج پھوٹتے ہیں اور طرح طرح کی سبزیاں اور پودے پیدا کرتے ہیں۔ اس سارے نظام کو فلق کا نظام کہا جاتا ہے ایک عورت حاملہ ہوتی ہے اور ایک بچے کو پیدا کرتی ہے پس کائنات میں جہاں بھی ایک چیز اپنی کیفیت بدل کر ایک دوسرے روپ میں تبدیل ہوتی ہے اس نظام کو نظام فلق کہا جاتا ہے۔ تو یہ دعا سکھائی گئی کہ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ تو کہہ خود بھی کہہ اور لوگوں سے بھی کہہ اور وہ لوگ آگے لوگوں سے کہتے چلے جائیں کہ وہ خدا سے یہ عرض کیا کریں کہ اے خدا! ہم رب فلق کی پناہ چاہتے ہیں۔ یعنی تیری پناہ چاہتے ہیں جس نے یہ نظام پیدا فرمایا ہے مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (الفلق:۳) ہر تخلیق کے ساتھ شر وابستہ ہیں ہمیں ہر تخلیق کی خیر تو عطا فرما۔ لیکن ہر تخلیق کے شر سے بچالے۔ اب آپ دیکھیں بعض عورتیں بے چاری حاملہ ہوتی ہیں ۹ مہینے تکلیف اٹھاتی ہیں لیکن بچہ پیدا کرتی ہیں اور اسی حالت میں وفات پا جاتی ہیں اور اپنے بچے کا منہ دیکھنا بھی ان کو نصیب نہیں ہوتا، بعض ایسے بچے پیدا کرتی ہیں جو ساری عمر ان کے لئے سوہان روح بن جاتے ہیں، عذاب کا

موجب بن جاتے ہیں۔ان کو سنبھالنے میں بہت دکھ اٹھاتی ہیں ان کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ از خود نہ وہ کھا سکتے ہیں، نہ چل سکتے ہیں نہ سنبھل سکتے ہیں۔ پس تخلیق کے ساتھ جہاں بہت سی خیر وابستہ ہے اور یاد رکھیں کہ خیر غالب ہے وہاں کچھ طبعی شر بھی ہیں۔ پس یہ ایک بہت ہی اہم دعا ہے جسے ہمیں ہر ایسی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے خدا کے حضور مانگتے رہنا چاہئے جس میں ایک کیفیت دوسری کیفیت میں بدلتی ہے وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ (الفلق:۴) اندھیروں کے اس شر سے ہمیں بچا جبکہ ہر طرف فتنے اور شرارتیں پھیل جاتی ہیں وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ (الفلق:۵) اور ان پھونکنے والوں کے شر سے بچا جو رشتوں میں پھونکتے ہیں۔تعلقات میں پھونکتے ہیں اور بدنیتوں کے ساتھ کوشش کرتے ہیں کہ انسانی تعلقات کو خراب کر دیں اور ان میں دشمنیاں اور نفرتیں پیدا کریں۔

اس دعا کی گھریلو حالات کو سدھارنے کے لئے بھی بہت شدید ضرورت ہے۔آج تک بارہا میں نے توجہ دلائی ہے کہ اپنے گھروں میں رحمی رشتوں کا خیال کریں اور اپنے تعلقات کو سدھاریں لیکن اس کے باوجود کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جبکہ ایسی تکلیف دہ خبریں یا ساسوں کی طرف سے یا بہوؤں کی طرف سے یا ماؤں کی طرف سے یا بیٹیوں کی طرف سے یا بیٹوں کی طرف سے نہ آتی ہوں جہاں ایک دوسرے سے شکوے کئے گئے ہیں۔بعض بیویاں اپنے خاوندوں کے شکوے کرتی ہیں، بعض بچے اپنے باپوں کے شکوے کرتے ہیں کہ سخت کلام ہیں۔بدتمیز ہیں ہر وقت گھر میں ایک عذاب بنا ہوا ہے، تعلقات کو توڑنے والے ہیں بجائے جوڑنے کے اور اس کے نتیجہ میں شر پیدا ہوتا ہے، اس کے نتیجہ میں گھر جنتوں کی بجائے جہنم میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی کہ ہر ایسے پھونکنے والے کے شر سے ہمیں بچا جس کے نتیجہ میں تعلقات خراب ہوتے ہیں اور یہاں پھونکنے والوں سے مراد جادو ٹونے ٹوٹکے کرنے والے بھی ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کے دم سے ان کے بدنفس سے دوسرے کے حالات بگڑ جائیں افریقہ میں آج تک یہ رواج پایا جاتا ہے اور بہت سے احمدی مجھے افریقہ سے لکھتے ہیں کہ ہم کس طرح بچیں ان کا جواب ۱۴۰۰ سال پہلے قرآن کریم نے دے دیا تھا۔یہ مراد نہیں ہے کہ ضرور ان کے بدنفوس میں اثر ہے اصل بات یہ ہے کہ ان بدنفوس کے ساتھ وہ شرارتیں بھی کرتے ہیں اور دھوکے بازیوں سے بھی کام لیتے ہیں بعض مخفی طریقوں پر زہر بھی دے دیتے ہیں بعض دشمنوں سے نقصان بھی پہنچا دیتے ہیں اور بظاہر

اپنا ایک رعب بھی قائم رکھتے ہیں کہ ہمارے دم پھونکنے کے نتیجہ میں تمہیں یہ نقصان پہنچا ہے پس ہر قسم کے اس فتنہ سے بچایا گیا ہے جس کے نتیجہ میں تاریکی پھیلے، روشنی کم ہو ایک نئی تخلیق ہو لیکن بدیاں لے کر آئے یا خود بد ہو جائے یا جہاں سے نکلی ہے اس کو بد بنادے۔

ہر اس قسم کے احتمالات کے لئے یہ کامل دعا ہمیں سکھائی گئی اور پھر فرمایا وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق:۶) ہمیں حاسد کے شر سے بچا جب وہ حسد کرے۔ یہ مضمون کچھ الجھا ہوا سا نظر آتا ہے کیونکہ حاسد کے شر سے بچا نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ حَاسِدٍ کے شر سے بچا جب وہ حسد کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ محض حسد کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔ جب وہ حسد کے نتیجہ میں بدعمل کی ٹھانتا ہے۔ جب وہ نقصان پہنچانے کی کوئی تدبیر کرتا ہے تو وہ وقت ہے جب یہ کہا گیا اِذَا حَسَدَ ورنہ لوگ خالی حسد کرتے پھرتے رہتے ہیں، جلتے رہتے ہیں۔ انکا اپنا نقصان ہوتا ہے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تو حاسد کہہ کر یہ تو بتادیا کہ وہ ہر وقت حسد کی حالت میں ہے پھر اِذَا حَسَدَ کا کیا مطلب ہے وہ شخص جو ہے ہی حاسد۔ ہمیشہ ہی حسد کرنے والا ہو۔ وہ جب حسد کرے گا، کیا مطلب ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جب وہ اپنے حسد کو ایک بدعمل میں تبدیل کردے، شرارت میں تبدیل کردے، جب فتنہ پیدا کرے، جب سازش کرے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے تو جانتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے ایسی صورت میں تو مجھے اس کے شر سے بچا۔

پھر آخری دعا یہ ہے قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ اِلٰهِ النَّاسِ (الناس:۲ تا۴) کہہ دے اور کہتا چلا جا کہ تم سب اپنے رب کے حضور یہ عرض کیا کرو۔ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ کہ میں پناہ چاہتا ہوں اس ذات کی جو تمام بنی نوع انسان کے رزق کا ذمہ دار ہے ان کی پرورش کا ذمہ دار ہے۔ ان کو ادنیٰ حالتوں سے اعلیٰ حالتوں کی طرف ترقی دیتے ہوئے لے جانے کا ذمہ دار ہے، وہ ہر حال میں ان کی ہر ضرورت کو پورا کرنے والا ہے۔ میں اس خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو حقیقی رب ہے۔ مَلِكِ النَّاسِ وہی ہے جو تمام بنی نوع انسان کا بادشاہ بھی ہے۔ اِلٰهِ النَّاسِ اور وہی ہے جو تمام بنی نوع انسان کا معبود بھی ہے یہ تین باتیں کہہ کر انسان کی تمام ضرورتوں کا خیال رکھ لیا گیا۔ کوئی بھی ایسا دائرہ نہیں جس میں انسان کوشش کرتا ہے جس پر یہ دعا حاوی نہ ہوگئی ہو اس پر میں بہت تفصیل سے اپنے رمضان کے درسوں میں روشنی ڈال چکا ہوں اور کئی گھنٹے اس

مضمون کو بیان کرتا رہا ہوں ۔اس وقت میں دہرانے کی نیت سے کھڑا نہیں ہوا۔ میں مختصراً آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں یا رزق ہے، اقتصادیات کا مضمون ہے جس نے انسانوں کو ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے یا بادشاہتیں ہیں یعنی سیاست ہے اور یا پھر عبادت ہے، مذہب کی دنیا ہے۔ان تین مضامین میں انسان کی تمام دلچسپیاں بیان کر دی گئی ہیں۔اور یہی تین ہیں جو انسانی زندگی پر ہر لحاظ سے حاوی ہیں تو فرمایا کہ تم یہ دعا کیا کرو کہ اے رب ہمیں لوگوں کا محتاج نہ بنا۔ یہ مراد ہے اپنا محتاج رکھنا۔ہم غیروں کی محتاجی سے تیری طرف بھاگتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اصل رزق تیرے ہاتھ میں ہے۔اس لئے دنیا کے بس میں نہ ڈالنا، اپنی طرف سے رزق عطا فرمانا۔ دنیا کے بادشاہ ظالم ہوتے ہیں۔ہم ان کے مقابل پر بے بس ہوں گے۔لیکن ہم جانتے ہیں کہ تو اصلی بادشاہ ہے تیرے ہاتھ میں ان بادشاہوں کی بھی گردنیں ہیں۔اس لئے ان کے ظلم سے ہم تیری پناہ میں آتے ہیں۔ یہ ویسی ہی بات ہے جیسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو جب کسریٰ کے نمائندے نے یہ اطلاع دی کہ تم تین دن کے اندر اندر میری طرف آؤ اور اپنی حرکتوں سے توبہ کرو ورنہ میں تمہیں قتل کروا دوں گا۔تو آنحضرت ﷺ نے اس پیغام دینے والے سے کہا کہ مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔ میں دعا کر کے معلوم کروں کہ اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے۔دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رات کو خبر دی اور اس خبر کو آپؐ نے یوں بیان فرمایا کہ جاؤ واپس چلے جاؤ۔تمہارے بادشاہ کو میرے بادشاہ نے رات ہلاک کر دیا ہے (حوالہ۔۔) جو میرا مالک ہے اور میرا رب ہے اور میرا بادشاہ ہے اس نے تمہارے بادشاہ کو رات ختم کر دیا ہے۔ وہ واپس آ گیا اور معلوم ہوا یعنی دیر کے بعد یہ خبر وہاں پہنچی کیونکہ ایران سے چلتی ہوئی یمن کی طرف پہنچتے پہنچتے دیر لگتی تھی کہ عین اسی رات جس رات آنحضرت ﷺ کو یہ نظارہ دکھایا گیا خود کسریٰ کے اپنے بیٹے نے اپنے باپ کو اس کے ظلموں کی وجہ سے قتل کر دیا۔

تو یہ معنے ہیں۔ مَلِكِ النَّاسِ آپ اگر یقین کریں کہ وہ ملک ہے تو وہ یہ طاقت رکھتا ہے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ سے آپ کو بچائے لیکن یقین کی بھی ضرورت ہے اور اس کی ملکیت کے اندر رہنے کی بھی ضرورت ہے آپ اس کی ملکیت سے نکل کر دنیا کی ملکیت میں زندگی بسر کریں اور جب تکلیف اٹھائیں تو اس کی طرف دوڑیں اس وقت یہ دعا صادق نہیں آئے گی۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے سوائے خدا کے کوئی مَلِكِ نہیں تھا۔اس لئے آپ کی یہ التجا سنی گئی اور اللہ

تعالیٰ نے اپنے جلوے کو کس شان کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ پس اگر خدا کی ملکیت کے جلوے دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کی ملکیت کے دائرے میں رہیں۔ پھر دیکھیں کہ خدا کس طرح آپ کی نصرت فرماتا ہے اور اِلٰهِ النَّاسِ ہر قسم کی خواہشات سے نجات کے لئے یہ دعا ہے۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں خود فرماتا ہے کہ کئی دفعہ انسان اپنی تمناؤں کو اپنا معبود بنالیتا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا کہ وہ مشرک ہو رہا ہے۔ بظاہر یہی کہتا ہے کہ لاالہ الا اللہ کوئی خدا نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنا خدا بنائے پھرتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے طاقتور لوگوں کو اپنا خدا بنائے پھرتا ہے اور اپنی تمناؤں کو ہر دوسری چیز پر غالب رکھتا ہے۔ ایسا شخص جب یہ دعا کرے گا تو اس کی دعا میں کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ خدا کہے گا تم کہتے ہو کہ مجھے تم نے اِلٰهِ بنایا اور روزمرہ کی زندگی میں تم نے سینکڑوں اور بت بنائے ہوئے ہیں۔ اس لئے دعاؤں میں اثر کے لئے نیک اعمال کی بھی ضرورت ہے اور اگر کامل نیک اعمال نہ بھی ہوں تو نیک نیتی کے ساتھ نیک اعمال کی کوشش کرنے کا دعاؤں میں بہت بڑا دخل ہے۔ انسان عاجزی کے ساتھ یہ تو کہہ سکتا ہے کہ اے خدا میں گنہگار ہوں مجھ سے بہت ہی بدیاں سرزد ہوتی ہیں، میں بار بار گناہوں میں مبتلا ہوتا ہوں لیکن مرا دل تیرا احترام کرتا ہے، میرا دل تجھ سے محبت کرتا ہے، میں جانتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی نہیں جو مجھے بچا سکے۔ یہ التجا اگر درد سے کی جائے تو اللہ تعالیٰ بہت غفور الرحیم ہے وہ گناہوں سے پردہ پوشی بھی فرماتا ہے۔ ان کی بخشش بھی فرماتا ہے۔ لیکن دل کی آخری تمنا خدا ہونا چاہئے۔ اس کا معنی ہے اِلٰهِ آخری تمنا، آخری مدعا، آخری مقصود خدا ہونا چاہئے۔ اگر یہ ہو جائے تو پھر آپ کی یہ دعا غیر معمولی طاقت کے مظاہرے دکھائے گی۔ اِلٰهِ النَّاسِ میں اس خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو تمام بنی نوع انسان کا ایک ہی معبود ہے اور کوئی معبود نہیں ہے۔ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۙ۬ الۡخَنَّاسِ کس چیز سے پناہ مانگ رہا ہوں۔ ہر قسم کے وسوسوں سے۔ الۡوَسۡوَاسِ کہتے ہیں وسوسے پھیلانے والوں کو۔ عام طور پر وسوسوں سے نجات پانے کے لئے دعا مانگی جاتی ہے۔ مگر لفظی ترجمہ اس کا یہ ہے مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ایسے وسوسے پیدا کرنے والے کے شر سے جو الۡخَنَّاسِ بھی ہے، یعنی خاموشی سے شرارت سے وسوسے پیدا کر دیتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے اور بسا اوقات آپ کو پتا بھی نہیں لگتا کہ کس بدنیتی کے ساتھ آپ کے دل میں ایک شک کا بیج بو گیا ہے۔ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ایک ایسا دور آنے والا ہے جب

کہ یہ خناس تمام دنیا میں خدا کے خلاف اس کی ربوبیت کے خلاف اس کی الٰہیت اور ملکیت کے خلاف وسوسے پھیلانا شروع کرے گا اور آج کا یہ وہ دور ہے جس دور میں سے ہم گزر رہے ہیں کیونکہ آج کی دنیا میں ایسے فلسفے پیدا ہو چکے ہیں جو خدا کو رب نہیں بناتے بلکہ دنیا کے طاقتور ملکوں کو رب بناتے ہیں اور ان سے احتیاج کا تصور اتنا مضبوط ہو چکا ہے کہ ہر حاجت کے وقت سب سے پہلے بڑی طاقتیں ذہن میں آتی ہیں کہ فلاں سے مدد مانگیں گے، فلاں سے مدد مانگیں گے۔ مسلمان ممالک کو دیکھیں جب ضرورت پڑتی ہے وہ کشکول اٹھاتے ہیں، کبھی امریکہ کی طرف بھاگتے ہیں کبھی روس کی طرف بھاگتے ہیں۔ کبھی چین کی طرف چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اِلٰهِ ہمارا خدا ہے۔

پس عملی دنیا میں آج وہ زمانہ ہے جب کہ ہمارے اِلٰهِ بکھر چکے ہیں اور بہت سے بن چکے ہیں اور رب بھی بہت سے اور ہو چکے ہیں۔ تو فرمایا کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے، جبکہ تمہارے ایمان کی جڑیں کھوکھلی کرنے والی طاقتیں پیدا ہوں گی۔ وہ تمہارے دل میں وسوسے پیدا کریں گی۔ اور تم ان وسوسوں کے نتیجہ میں نہ خدا کو اپنا رب سمجھو گے نہ اپنا بادشاہ سمجھو گے۔ دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو بادشاہ سمجھنے لگ جاؤ گے اور نہ ان کو معبود سمجھو گے کیونکہ فی الحقیقت تمہارے دل میں تمہاری آرزوؤں کی عبادت ہو رہی ہوگی۔ فرمایا۔ الَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۶﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (الناس: ۶ تا ۷) یہ وہ شر پیدا کرنے والی طاقتیں ہیں جن سے ہم پناہ مانگتے ہیں، جو بڑے لوگوں میں سے بھی ہیں اور چھوٹے لوگوں میں سے بھی ہیں۔ بوژوا بھی ہیں اور Proletariat بھی ہیں Capitalist بھی ہیں اور سائنٹفک سوشلسٹ بھی ہیں الجن سے یہاں مراد بڑی بڑی طاقتیں اور عظیم الشان طاقتیں ہیں اور الناس سے مراد عوامی طاقتیں ہیں۔ تو یہ دعا اس زمانہ کے اوپر ہر پہلو سے اطلاق پا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سونے سے پہلے ان دعاؤں کو پڑھتے تھے اور اپنے ہاتھوں پر پھونکتے تھے اور اپنے جسم پر ملتے تھے (حوالہ ۔۔)۔ اس میں کوئی Superstition نہیں ہے۔ دعا تو خدا سنتا ہے جسم پر ملتے کیوں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ محبت کا اظہار ہے۔ بعض دفعہ کسی پیارے کا کپڑا انسان کو مل جائے۔ اسے انسان اپنے جسم پر ملتا ہے۔ اپنے منہ سے لگاتا ہے اسے چومتا ہے۔ پس میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ جسم پر ملنا اس غرض سے نہیں تھا کہ آپ سمجھتے تھے کہ اگر جسم پر مل لی گئی تو میں بلاؤں سے بچ جاؤں گا آپؐ تو محفوظ مقام پر تھے۔ آپؐ کو تو ہمیشہ

سے خدا کی حفاظت حاصل تھی اور دعائیں خدا سے کیا کرتے تھے اور جانتے تھے کہ حفاظت خدا کی طرف سے آئے گی پس جسم پر دعاؤں کو پھونک کر ملنا سوائے عشق اور محبت کے اظہار کے اور کچھ نہیں۔ خدا کے کلام کو پڑھتے تھے۔ دل اس میں ڈوب جاتا تھا۔ محبت اچھلنے لگتی تھی۔ بڑے پیار کے ساتھ ہاتھوں پر پھونکتے تھے۔ اپنے جسم پر اس پیارے کلام کو ملتے تھے۔

اس جذبے اور ولولے کے ساتھ اگر جماعت دعائیں کرے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ انعام پانے والوں کی جس راہ کی ہم تمنا کرتے ہوئے روزانہ پانچ وقت ہر نماز کی ہر رکعت میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ‏ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ اے ہمارے رب ہمیں صراط مستقیم پر چلا اس صراط مستقیم پر جس پر ہم سے پہلے وہ لوگ چلتے رہے جن کو تو نے انعاموں کے لئے چن لیا، جن پر تو نے انعاموں کی بارشیں نازل فرمائیں۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جو یہ دعائیں کرتے ہوئے صراط مستقیم پر چلا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے ہم ان دعاؤں کا حق ادا کرنے والے ہوں اور ان دعاؤں کے نتیجہ میں ہم ان راہوں پر چلیں جہاں ہمیشہ اللہ کی طرف سے انعام کی بارشیں برستی رہیں۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا:۔

میں نے اس جمعہ کا آغاز جمعہ کے معنی کے بیان سے کیا تھا اور میں نے آپ کو یہ خوشخبری دی تھی کہ ہم آج جماعت احمدیہ وہ جماعت ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں سورۂ جمعہ میں ملتا ہے اور آخری زمانہ کے لوگ جو پہلے زمانے کے لوگوں سے ملائے جائیں گے وہ اللہ کے فضل کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے والے لوگ ہوں گے۔ اس سے آپ ان پہلوں سے ملیں گے، اس کے بغیر نہیں لیکن یہ زمانہ اور لحاظ سے بھی جمع کا زمانہ ہے۔ اتنی دور دور کے ممالک ایک جگہ مختلف رنگ میں جمع ہو جاتے ہیں کہ انسان کی عقل حیرت میں مبتلا ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ نے اس بات کا ہمیں مزید یقین دلانے کے لئے کہ ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کا سورۂ جمعہ سے گہرا تعلق ہے ایسی نئی ایجادات فرما دی ہیں جن کے نتیجہ میں یہاں بیٹھے ہم دور دور کے احمدیوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور اکٹھے ایک جگہ جمع ہو چکے ہیں۔ عید کا جو خطبہ میں نے دیا تھا اس کے متعلق ابھی مجھے رپورٹ ملی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اسی وقت دنیا کے چوبیس ممالک میں

سنا جا رہا تھا اور دنیا کی تریسٹھ جماعتیں اس کو براہ راست سن رہی تھیں اب یہ سلسلہ انشاء اللہ پھیلتا چلا جائے گا اور ظاہری طور پر بھی صرف جماعت احمدیہ ہے اور صرف جماعت احمدیہ ہے جس کو خدا نے یہ توفیق بخشی ہے کہ اس طرح ایک زمانے کے مختلف لوگوں کو بھی ایک ہاتھ پر جمع کردے۔ پس ان معنوں میں یہ ہمارے لئے خوشخبری بھی ہے اور ذمہ داریوں کو بڑھانے والی بات بھی ہے۔